Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION ANDCULTURE(JICC)

Volume 4, Issue 2 (July-December, 2021)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/11
URL: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/article/view/158
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v4i02.158

Title The Role of Hawalah in Financial Contracts

Author (s): Dr.Muhamma Nauman khalid, Dr.Shafqat ullah khan

Received on: 29 January, 2021
Accepted on: 26 November, 2021
Published on: 25 December, 2021

Citation: Dr.Muhamma Nauman khalid, Dr.Shafqat ullah khan ,“ The Role of Hawalah in Financial Contracts,” JICC: 4 no, 2 (2021): 1-18

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref

Click here for more

معاملاتِ مالیہ میں حوالہ کا کردار

The Role of Hawalah in Financial Contracts

نعمان خالد*

ڈاکٹر شفقت اللہ خان**

Abstract:

Hawalah is a Shariah contract, which plays a very important role in financial matters, especially nowadays when the practice of lying, misrepresentation and fraud is common, Every trader wants to save money,But he did not have any way without Hawalah contract. A person can get the safety of his money, especially for a person who is indebted to someone. The Hawalah is very useful for him. The fact of Hawalah is that one debtor says to another that you owe to lender from me. Pay, the person acknowledges it, by doing to the original debtor, however it also stipulates that the recipient must also agree, if he does not agree then the matter of hawalah is incorrect. once the hawalah is correct, the owner of the right does not have the right to demand from the original debtor, Because the Sharia absolves him and makes accepter of hawalah answerable to pay money. However, he can demand the debtor after paying or before from it. This article consists the details of Hawalah.

Keywords: *Hawalah ,Shariah ,contract, money misrepresentation*

*لیکچرر، KIMS انسٹی ٹیوٹ مینجمنٹ اینڈ سائنسز کراچی

** عربیک ٹیچر، GMS گمبر بنوں

حوالہ کا لغوی معنی:

1) حوالہ تحویل سے مشتق ہے، جس کا لغوی معنی "**النقل**" یعنی منتقل کرنا، اسی سے "**حوالۃ الغراس**" ہے یعنی درختوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ اس کے علاوہ لفظِ حوالہ گواہی، ضمانت اور قرض خواہ کو لکھ کر دی جانے والی دستاویز وغیرہ کے معانی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے(1)

اصطلاحی معنی:

فتاوی ہندیہ میں حوالہ کا اصطلاحی معنی یہ ذکر کیا گیا ہے:

"نقل الدين من ذمة إلى ذمة هو الصحيح كذا في النهر الفائق"(2)

ترجمہ: دین کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا، یہی صحیح قول ہے، اسی طرح النہر الفائق میں مذکور ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقروض کا اپنے ذمہ واجب الاداء قرض کو کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا۔ اس کی یوں وضاحت کی جاسکتی ہے کہ مثلاً: زید نے عمرو سے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا، چند دن بعد زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے جو آپ سے قرض لیا ہے وہ بکر ادا کرے گا، بکر نے بھی عمرو کے سامنے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا، اسی صورتِ حال کا نام حوالہ ہے، اس طرح حوالہ کرنے سے جو قرض زید کے ذمہ واجب تھا اب وہ بکر کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کی ادائیگی بکر کے ذمہ واجب ہو گئی اور زید بریٔ الذمہ ہو گیا۔

مذکورہ بالا تعریف سے ثابت ہوا کہ حوالہ میں دَین کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اور جب چیز کا ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال ہو جاتا ہے تو وہ پہلی جگہ باقی نہیں رہتی، لہذا دین کا حوالہ کر دینے کے بعد وہ دَین پہلے شخص کے ذمہ لازم نہیں رہتا، بلکہ اس کی ادائیگی دوسرے شخص کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے اور دین کے مالک کو بھی صرف اسی شخص سے مطالبے کا حق ہوتا ہے جس کی طرف دین کا حوالہ کیا گیا، البتہ اگر دوسرا شخص کسی مجبوری کی بناء پر دین نہ ادا کر سکے تو صاحبِ دین کو اصل مقروض سے بھی دین کے مطالبے کا حق حاصل ہو گا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

نوٹ: اس عقد میں تین فریق ہوتے ہیں:

1) ایک وہ شخص جو مقروض اور مدیون ہوتا ہے، یہ اپنا قرض دوسرے شخص کی طرف منتقل کرتا ہے، اس کو عربی میں "محیل" اور انگلش میں "Transferor" کہا جاتا ہے۔

2) دوسرا وہ شخص جس کی طرف دَین یا قرض منتقل کیا جاتا ہے یہ دَین کی ادائیگی کو قبول کرنے والا شخص ہوتا ہے، اس کو عربی میں " محتال علیہ " یا "محال " اور انگلش میں " Payer "کہا جاتا ہے۔

3) تیسرا شخص قرض خواہ ہے، جس کے لیے دَین کا حوالہ کیا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں یہ طالبِ دین ہے، اس کو عربی میں "محتال لہ " اور انگلش میں " Transferee "کہا جاتا ہے۔

اور جس چیز کا حوالہ کیا جاتا ہے اس کو " محتال بہ " کہتے ہیں، خواہ وہ دین ہو یا کوئی عین چیز۔ دونوں صورتوں میں حوالہ کی جانے والی چیز کو محتال بہ کہا جائے گا۔

حوالہ کی مشروعیت:

حوالہ کی مشروعیت اور اس کا جواز احادیثِ مبارکہ، اجماع اور قیاس تینوں ادلہ سے ثابت ہے۔

حدیث سے ثبوت:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن أبى هريرة عن النبى -صلى الله عليه وسلم- قال :« مطل الغنى ظلم وإذا أحيل أحدكم على ملى فليحتل »(3)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالدار شخص کا (دین کی ادائیگی سے) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو مالدار شخص کے حوالہ کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ حوالہ کو قبول کرلے (یعنی وہ مالدار کا پیچھا کرے)۔

اسی طرح علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے حوالہ سے متعلق ایک حدیث ان الفاظ میں ذکر کی ہے:

"من أحيل على غنى فليقبل ذلك"(4)

یعنی وہ شخص جس کو کسی مالدار شخص کے حوالہ کیا گیا تو اس کو چاہیے کہ اس حوالہ کو قبول کرلے۔

مذکورہ بالا احادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک حوالہ کا جائز ہونا اور دوسری قرض دینے والے کو حوالہ قبول کرنے کی ترغیب۔

اجماع سے حوالہ کا ثبوت:

اجماع سے بھی حوالہ کے جواز کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ علامہ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وأجمع أهل العلم على جواز الحوالة في الجملة واشتقاقها من تحويل الحق من ذمة إلى ذمة"(5)

ترجمہ: اہلِ علم کا حوالہ کے جواز پر اور اس کے تحویلِ حق (حق کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا) سے مشتق ہونے پر اجماع ہے۔

قیاس سے حوالہ کا ثبوت:

قیاس سے بھی حوالہ کے جواز کا ثبوت معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حوالہ میں آدمی اپنے اوپر ایسی چیز (دین) کا التزام کرتا ہے جس کی ادائیگی پر اس کو قدرت حاصل ہے اور آدمی اپنی ذات کے حق میں تصرف کرنے پر شرعاً قادر ہے، جیسا کہ کسی شخص کا کفیل بننے میں انسان خود مختار ہے، اسی طرح کسی کا دین یعنی قرض ادا کرنے میں بھی وہ بااختیار ہے، نیز جب کوئی غریب آدمی اپنا قرض خود نہ ادا کر سکے اور وہ اپنا قرض ادا کرنے کے لیے کسی اور شخص کی ذمہ داری لگائے اور دوسرا شخص بھی اس کو بخوشی قبول کر لے تو انسانی عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہیے، اسی لیے انسانی معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح کا تعاون ابتدائے آفرینش سے ہی چلا آرہا ہے، لہذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ کفالہ کی طرح حوالہ بھی جائز ہونا چاہیے، چنانچہ صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ نے حوالہ کو کفالہ پر قیاس کرتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے:

" أنه التزم ما يقدر على تسليمه فتصح كالكفالة"(6)

ترجمہ: حوالہ میں آدمی اس چیز کا التزام کرتا ہے جس کی سپردگی پر اس کو قدرت حاصل ہوتی ہے، لہذا حوالہ شرعاً صحیح ہے، جیسا کہ کفالہ۔

لہذا جس چیز کی ادائیگی پر آدمی کو قدرت حاصل ہو وہ اپنے اوپر اس چیز کی ادائیگی کا التزام کر سکتا ہے، جیسا کہ کفالت میں آدمی کسی کا ضامن بنتا ہے تو اس میں اگر اس کو مکفول بہ (جس کی کفالت اٹھائی گئی) کی تسلیم پر قدرت حاصل ہو تو کفالت درست ہو گی، اسی طرح حوالہ کا حکم ہے۔

حوالہ کا رکن:

حوالہ کا رکن ایجاب (Offer) اور قبول (Acceptance) ہے یعنی حوالہ کرنے والا کہے "أحلتك بدين على فلان " یعنی میں نے اپنا دَین فلاں شخص کے حوالے کر دیا اور حوالہ قبول کرنے والا کہے کہ میں نے حوالہ قبول کیا تو حوالہ کا عقد درست ہو گیا، چنانچہ علامہ وہبۃ الزحیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ركن الحوالة عند الحنفية: الإيجاب من المحيل، والقبول من المحال والمحال عليه، بألفاظ مخصوصة هي صيغة الحوالة. فالإيجاب: أن يقول المحيل للدائن: أحلتك على فلان. والقبول من المحال والمحال عليه: أن يقول كل واحد منهما: قبلت أو رضيت أو نحوهما(7)

ترجمہ: حضراتِ حنفیہ کے نزدیک حوالہ کا رکن محیل کی طرف سے ایجاب اور محتال لہ اور محتال علیہ کی طرف سے مخصوص الفاظ کے ساتھ قبول کا پایا جانا ہے، ایجاب یہ ہے کہ محیل دائن سے کہے کہ میں نے تجھے فلاں کے حوالے کر دیا۔ اور قبول یہ ہے کہ محتال لہ اور محتال علیہ میں سے ہر ایک کہے کہ میں نے حوالہ کو قبول کیا اور میں اس پر راضی ہوں یا اس طرح کوئی اور الفاظ کہے (جو قبول اور رضامندی پر دلالت کرتے ہوں)

واضح رہے کہ ضروری نہیں کہ صرف ایجاب اور قبول کے صیغے ہی بولے جائیں تو حوالہ درست ہو گا، بلکہ کوئی بھی ایسے الفاظ جو ایجاب اور قبول کے معنی اور مفہوم پر دلالت کرتے ہوں وہ استعمال کرنے سے حوالہ کا عقد درست ہو جائے گا، یہاں تک کہ اگر کسی مجبوری کی بناء پر یا بغیر کسی مجبوری کے کوئی لفظ نہ بولے گئے اور اشارہ سے حوالہ کا معاملہ کر لیا گیا، جیسے گونگا شخص اگر اشارہ کر دے کہ میرا دَین فلاں شخص ادا کرے گا اور حوالہ قبول کرنے والا شخص بھی سمجھ جائے اور رضامندی کا اظہار کر دے تو عقدِ حوالہ مکمل ہو جائے گا۔

باقی محیل کے ایجاب کرنے پر محتال علیہ اور محتال لہ کا مجلسِ عقد میں از خود قبول کرنا شرط نہیں، بلکہ اگر ان کی طرف سے کوئی وکیل مجلس میں موجود ہو اور وہ حوالہ کو قبول کر لے تو بھی حوالہ درست ہے، کیونکہ وکیل اپنے موکل کے قائم مقام ہوتا ہے، لہذا وکیل کا حوالہ کو قبول کرنا موکل کے قبول کرنے کی طرح ہے۔

البتہ اگر محیل اور محتال علیہ مجلس میں موجود ہوں اور ان کے درمیان ایجاب و قبول ہو جائے، جبکہ محتال لہ یا اس کا وکیل اور نائب بھی مجلس میں موجود نہ ہو، بلکہ کوئی تیسرا شخص (فضولی) اس کی طرف سے حوالہ کو قبول کر کے رضامندی کا اظہار کر دے اور بعد میں محتال لہ اجازت دیدے تو کیا عقد درست ہو گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک اگر مجلسِ عقد میں محتال لہ کا نائب اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار کر دے تو بعد میں اجازت دینے سے حوالہ درست ہو جائے گا، ورنہ نہیں، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مجلس میں رضامندی کا اظہار کرنا ضروری نہیں، بلکہ محتال لہ جہاں کہیں بھی ہو اس کے رضامندی کا اظہار کر دینے سے حوالہ درست ہو جائے گا، ان دونوں اقوال میں سے حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کا قول صحیح ہے۔ چنانچہ شرح المجلہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

يشترط رضى المحال له في مجلس العقد حتى لوكان غائبا عن المجلس لا تصح، وإن رضى إلا إذا رضي عنه في المجلس نائب ولو فضوليا، ثم أجاز، وهذا عندهما، وهو الصحيح، وقال إبويوسف تصح إذا رضي غائبا عن المجلس۔(8)

ترجمہ: مجلسِ عقد میں محتال لہ کی رضامندی کی شرط لگائی گئی ہے، یہاں تک کہ اگر محتال لہ مجلس سے غائب ہو تو حوالہ صحیح نہیں ہو گا، اگرچہ محتال لہ راضی بھی ہو، مگر یہ کہ اس کا نائب مجلس میں موجود ہو اور وہ رضامندی کا

اظہار کرے، اگرچہ فضولی ہو تو حوالہ صحیح ہے، بشرطیکہ بعد میں محتال لہ بھی اجازت دیدے، یہ حضراتِ طرفین رحمہا اللہ کے نزدیک ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر محتال لہ مجلس میں موجود نہ ہونے کی صورت میں بھی رضامندی کا اظہار کر دے تو بھی حوالہ صحیح ہے۔

حوالہ کی شرائط

عقدِ حوالہ سے تعلق رکھنے والی شرائط چار قسم کی ہیں: بعض شرائط محیل کی، بعض محتال علیہ کے لیے، بعض محتال لہ کے لیے اور بعض شرائط کا تعلق محتال بہ سے ہوتا ہے۔ ان تمام کی تفصیل درج ذیل ہے:

محیل کی شرائط:

1) سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ حوالہ کرنے والا شخص بالغ ہو، بچے کا حوالہ کرنا معتبر نہیں، البتہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ بلوغت کی شرط حوالہ کے نفاذ کے لیے ہے نہ کہ انعقاد کے لیے۔ لہذا اگر بچے نے حوالہ کا معاملہ کیا تو وہ منعقد ہو گا، لیکن اس کا نفاذ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر اس کا ولی اس کو نافذ قرار دے گا تو حوالہ کا معاملہ درست ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

2) دوسری یہ کہ محیل سمجھ دار ہو، کیونکہ عقل کا ہونا تمام قسم کے تصرفات کی اہلیت کے لیے شرط ہے، لہذا مجنون یعنی جو شخص اپنا دماغی توازن کھو چکا ہو اس کا حوالہ کرنا معتبر نہیں۔(9)

3) تیسری شرط یہ کہ محیل حوالہ کا معاملہ کرنے پر رضامند ہو، اگر وہ راضی نہیں، بلکہ اس کو مجبور کیا گیا ہے تو حوالہ درست نہ ہو گا، کیونکہ حوالہ "ابراء" کا نام ہے اور اس میں تملیک والا معنیٰ پایا جاتا ہے اور عقدِ تملیک کے لیے رضا کا ہونا ضروری ہے، بغیر رضامندی کے یہ عقد فاسد ہو جاتا ہے، لہذا بغیر رضامندی کے حوالہ کا عقد بھی فاسد ہو جائے گا۔(10)

البتہ صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ نے زیادات کے حوالے سے لکھا ہے کہ حوالہ کے درست ہونے کے لیے محیل کی رضا شرط نہیں، کیونکہ محتال علیہ نے حوالہ کو قبول کر کے اپنی ذات کے حق میں تصرف کیا ہے اور اس میں محیل کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ اگر محتال علیہ محیل کے حکم کے بغیر دَین ادا کر دے تو وہ محیل سے ادا کیے گئے دَین کا رجوع نہیں کر سکتا اور ایسی صورت میں محیل کا سراسر نفع ہی نفع ہے، چنانچہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"أما المحيل فالحوالة تصح بدون رضاه ذكره في الزيادات لأن التزام الدين من المحتال عليه تصرف في حق نفسه وهو لا يتضرر به بل فيه نفعه لأنه لا يرجع عليه إذا لم يكن بأمره"(11)

ترجمہ: لیکن محیل کی رضامندی کے بغیر بھی حوالہ کا عقد درست ہے، زیادات میں اسی طرح مذکور ہے۔ کیونکہ محتال علیہ کی طرف سے دَین کی ادائیگی کا التزام اپنی ذات کے حق میں تصرف ہے، اور محیل کو اس میں کوئی نقصان نہیں، بلکہ اس میں محیل کا فائدہ ہے، کیونکہ اگر محیل نے اس کو دَین کی ادائیگی کا حکم نہ دیا ہو تو محتال علیہ اس سے دَین کا رجوع نہیں کر سکتا۔

فتاوی ہندیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے اور راجح بھی یہی قول معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس میں محیل کا کوئی نقصان نہیں۔

باقی محیل کا آزاد ہونا شرط نہیں، بلکہ غلام کی طرف سے بھی حوالہ کا عقد درست ہے، خواہ غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو یا نہ، کیونکہ غلام اپنی ذات کے حق میں اہلِ تصرف میں سے ہے، اگرچہ اس کی گردن کے ساتھ مولیٰ کا حق متعلق ہے، اسی لیے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اگر ایسے غلام نے حوالہ کا معاملہ کیا جس کو اس کے مولیٰ کی طرف سے تجارت کی اجازت نہیں تھی، تو اس کا محتال علیہ غلام سے اس کی آزادی کے بعد ادا کیے گئے دین کا رجوع کرے گا، کیونکہ فی الحال غلام کے پاس جتنا بھی مال ہے وہ اس کے مولیٰ کی ملکیت ہے۔ البتہ اگر غلام کو تجارت کی اجازت ہو تو محتال علیہ اسی وقت بھی اس سے مطالبہ کر سکتا ہے، کیونکہ ایسا غلام اپنی ملکیت میں مال رکھتا ہے۔

اسی طرح محیل کا صحت مند ہونا بھی شرط نہیں، کیونکہ مریض بھی تصرف کی اہلیت رکھتا ہے، لہٰذا اس کی طرف سے حوالہ کا عقد درست ہے۔

محتال علیہ کی شرائط:

محتال علیہ یا محال کی ذات سے تعلق رکھنے والی شرائط درج ذیل ہیں:

1. سب سے پہلی شرط عقلمند ہونا ہے، کیونکہ اس کا دین کی ادائیگی کی ذمہ داری کو قبول کرنا عقدِ حوالہ کا رکن ہے اور عقد کا رکن بغیر عقل کے ممکن نہیں، لہٰذا مجنون کا حوالہ کو مقبول کرنا لغو اور غیر معتبر ہے۔
2. دوسری شرط بالغ ہونا ہے، بچے کا حوالہ کو قبول کرنا اور اپنے دین کی ادائیگی کی ذمہ داری لینا معتبر نہیں، بچہ خواہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ، اسی طرح اس نے محیل کے حکم سے حوالہ کو قبول کیا ہو یا اس کے حکم کے بغیر، بہر صورت حوالہ کا معاملہ درست نہ ہو گا، نیز اس میں بچے کے ولی کی اجازت کا بھی اعتبار نہ ہو گا۔

3. تیسری شرط محتال علیہ کی رضا کا ہونا ہے، کیونکہ حوالہ کی وجہ سے اس کے اوپر دَین کی ادائیگی کی ذمہ داری عائد ہوگی، اس لیے اس کی رضامندی ضروری ہے، اگر اس کو مجبور کر کے حوالہ کا معاملہ کیا گیا تو عقد درست نہ ہوگا۔ یہ شرط سب کے نزدیک معتبر ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

4. چوتھی شرط محتال علیہ کا حوالہ کی مجلس میں موجود ہونا ہے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حوالہ کے انعقاد کی شرط ہے یا نفاذ کی؟ تو حضرت امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ حوالہ کے انعقاد کی شرط ہے، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حوالہ کے نفاذ کی شرط ہے، لہذا حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک اگر بعد میں محتال علیہ قبول کر لے تو بھی حوالہ کا عقد درست نہ ہوگا، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بعد قبول کرنے کی صورت میں حوالہ کا عقد درست ہو جائے گا۔(12)

محتال لہ کی شرائط:

1. سب سے پہلی شرط عقل کا ہونا ہے، لہذا مجنون یا پاگل شخص کا حوالہ کے عقد کو قبول کرنا درست نہیں۔

2. دوسری شرط بالغ ہونا ہے، بلوغت کی شرط محیل کی طرح حوالہ کے نفاذ کی شرط ہے نہ کہ انعقاد کی، لہذا بچے کی طرف سے قبول کیا گیا حوالہ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر ولی نے اجازت دیدی تو نافذ ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

3. تیسری شرط، محتال لہ کی رضامندی کا ہونا ہے، اگر اس کو مجبور کر کے حوالہ کا عقد کیا گیا تو وہ بھی نافذ نہ ہوگا، لہذا یہ شرط بھی حوالہ کے انعقاد کی ہے، صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ نے اس شرط کی وجہ یہ لکھی ہے کہ لوگوں کی عادات دَین کی ادائیگی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں، بعض لوگ اس ذمہ داری کو بہت جلد نبھانے والے ہوتے ہیں، جبکہ بعض کی عادت ٹال مٹول کرنے کی ہوتی ہے، لہذا ممکن ہے جو شخص حوالہ قبول کر رہا ہو وہ ٹال مٹول کرنے والا ہو، جس سے محتال لہ کو نقصان ہو، اس لیے حوالہ کے درست ہونے کے لیے محتال لہ کی رضامندی کا ہونا ضروری ہے۔

4. چوتھی شرط محتال لہ کا حوالہ کی مجلس میں موجود ہونا ہے، پھر حضرت امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ حوالہ کے انعقاد کی شرط ہے، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حوالہ کے نفاذ کی شرط ہے ،اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ اگر محتال لہ عقدِ حوالہ کی مجلس میں موجود نہ ہو اور اس کی عدم موجودگی میں عقد کیا گیا اور پھر اس کو حوالہ کی خبر دی گئی اور اس نے حوالہ کو قبول کر لیا تو حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک عقد درست نہ ہوگا، کیونکہ مجلس میں حوالہ کو قبول کرنا عقد کا رکن ہے اور رکن کے نہ پائے

جانے کی صورت میں عقد کا انعقاد نہیں ہوتا۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا فرمان یہ ہے کہ محتال لہ کے مجلس میں نہ ہونے کی وجہ سے عقد اس کی اجازت پر موقوف تھا، جیسا کہ بچہ اگر حوالہ قبول کرے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اسی طرح یہاں حکم ہو گا، لہٰذا اگر محتال لہ نے خبر پہنچنے پر حوالہ کو قبول کر لیا تو حوالہ نافذ اور درست ہو جائے گا۔(13)

علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا دونوں مذاہب میں سے حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے مذہب کو ترجیح دی ہے ،اور مجلس میں موجود نہ ہونے کی صورت میں حوالہ کو درست نہیں قرار دیا، چنانچہ بدائع الصنائع کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"والصحيح: قولهما؛ لأن قبوله من أحد الأركان الثلاثة؛ فكان كلامهما بدون شرط العقد؛ فلا يقف على غائب عن المجلس كما في البيع"(14)

حاصلِ ترجمہ: اور حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کا قول صحیح ہے، کیونکہ محتال لہ کا حوالہ کو قبول کرنا اس کے تین ارکان میں سے ایک ہے، لہٰذا محیل اور محتال علیہ کی گفتگو عقد کی شرط کے بغیر رہ جائے گی، اس لیے عقد مجلس سے غائب شخص پر موقوف نہیں رہے گا۔ جیسا کہ بیع میں۔

البتہ فتاوی ہندیہ میں علامہ کاسانی رحمہ اللہ کا قول ذکر کرنے کے بعد علامہ قاضیخان رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ اس کی جائز صورت یہ ہے کہ کوئی شخص محتال لہ کا وکیل بن کر اس کی طرف سے مجلس میں حوالہ کو قبول کر لے تو عقد درست ہو جائے گا۔ چنانچہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"والصحيح قولهما كذا في البدائع إلا أن يقبل الرجل الحوالة للغائب هكذا في فتاوى قاضي خان"(15)

ترجمہ: اور حضرات صاحبین رحمہما اللہ کا قول صحیح ہے، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے، مگر یہ کہ کوئی شخص غائب (محتال لہ) کے لیے مجلس میں حوالہ قبول کر لے (تو عقد صحیح ہو جائے گا) اسی طرح فتاوی قاضی خان میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کی ترجیح:

آج کل چونکہ بہت وسیع پیمانے پر معاملاتِ مالیہ کیے جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حوالہ کے عقد میں محیل، محتالہ علیہ اور محتال لہ تینوں کا مجلس میں حاضر ہونا مشکل ہوتا ہے، خصوصاً بینکوں کے ذریعے جو معاملات کیے جاتے ہیں ان میں اکثر چیک (Cheque) کے ذریعے رقم کی ادائیگی ہوتی ہے، جبکہ مذکورہ تینوں اشخاص مختلف شہروں میں موجود ہوتے ہیں، مثال کے طور پر ایک شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز منگوائی اور

اس نے رقم دینے کی بجائے اس کو مطلوبہ رقم کا چیک دیدیا، یہ چیک دینا دراصل حوالہ کا معاملہ ہے، کیونکہ اس میں مشتری کی رقم بینک میں موجود ہوتی ہے، لہذا مشتری کی حیثیت محیل کی ہوگی اور فروخت کنندہ جو چیک وصول کرتا ہے اس کی حیثیت محتال لہ کی ہوگی، کیونکہ اس نے خریدار سے چیز کی قیمت وصول کرنی ہے، جو کہ خریدار کے ذمہ بطورِ دین واجب ہوتی ہے، جبکہ بینک کی حیثیت محتال علیہ کی ہوتی ہے جو دَین کی ادائیگی کی ذمہ داری کو قبول کرتا ہے۔ اس میں اکثر خریدار بینک میں جاکر فروخت کنندہ کو چیک نہیں دیتا، بلکہ جہاں اس کو سہولت ہوتی ہے وہیں چیک فروخت کنندہ کے حوالے کر دیتا ہے، کیونکہ وہ بینک میں جانے کی مشقت سے بچنے کے لیے تو چیک دیتا ہے، اب ایسی صورتِ حال میں اگر تینوں کی مجلس میں موجودگی کو لازم قرار دیا جائے تو اس میں بڑا حرج لازم آئے گا۔

لہذا عصرِ حاضر کی ضرورت کے پیشِ نظر محتال علیہ کی مجلسِ عقد میں حاضر ہونا شرط نہیں قرار دی گئی، اسی طرح محتال لہ کی رضامندی کے سلسلہ میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ اسی لیے المعاییر الشرعیۃ میں محتال علیہ کا مجلسِ عقد میں حاضر ہونے اور محتال لہ کی رضامندی کی شرط نہیں لگائی گئی۔(16)

محال بہ کی شرائط:

پہلی شرط: حوالہ دَین کا ہو، دین سے مراد وہ چیز جس کی ادائیگی آدمی کے ذمہ لازم ہو، اس سے اعیان یعنی وہ تمام چیزیں خارج ہو گئیں جن کی ادائیگی آدمی کے ذمہ میں لازم نہیں ہوتی، مثلاً: ودیعت کے طور پر وصول کی گئی چیز، استعمال کے لیے بطور عاریت لی گئی چیز اور لقطہ یعنی گمشدہ ہاتھ لگی ہوئی چیزیں وغیرہ، ان میں سے کوئی بھی چیز آدمی کے ذمہ اس طرح لازم نہیں ہوتی کہ بہر صورت ان کی ادائیگی ضروری ہو، کیونکہ یہ تمام چیزیں امانات میں سے ہیں اور امانت بغیر تعدی کے ضائع ہو جائے تو اس کا ضمان واجب نہیں ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حوالہ دین کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنے کا نام ہے، جبکہ عین چیز ذمہ میں واجب نہیں ہوتی، اس لیے اس کا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی انتقال بھی نہیں ہو سکتا۔

دوسری شرط: دینِ لازم ہو، دینِ لازم کی علامت یہ ہے کہ اس کے ذمہ سے ساقط ہونے کی صرف دو صورتیں ہوں: ایک یہ کہ وہ دین ادا کر دیا جائے، دوسری یہ کہ صاحبِ دین خود اپنا دَین معاف کر دے، ان دو صورتوں کے علاوہ جو دَین ذمہ سے ساقط نہ ہو وہ دینِ لازم ہوتا ہے اور جو ساقط ہو جائے وہ دینِ لازم نہیں، جیسے مکاتب کے ذمہ بدلِ کتابت بھی بطورِ دین ہی واجب ہوتا ہے، لیکن وہ لازم نہیں، کیونکہ اس کے ساقط کرنے کی ایک

تیسری صورت بھی ہے وہ یہ کہ مکاتب اپنے آقا سے کہہ دے کہ میں بدلِ کتابت نہیں ادا کر سکتا تو بدلِ کتابت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا۔(17)

علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں اصول یہ لکھا ہے کہ:

"كل دين لا تصح الكفالة به, لا تصح الحوالة به"(18)

ترجمہ: ہر ایسا دین جس کی کفالت اٹھانا درست نہیں، اس کا حوالہ کرنا بھی صحیح نہیں۔

مذکورہ بالا اصول سے معلوم ہوا کہ تمام وہ دیون جن کی کفالت نہیں لی جا سکتی ان کا حوالہ کرنا بھی درست نہیں، اور دین کی کفالت کے درست ہونے کے لیے دینِ صحیح کا ہونا ضروری ہے، چنانچہ صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أما الكفالة بالمال فجائزة معلوما كان المكفول به أو مجهولا إذا كان دينا صحيحا مثل أن يقول تكفلت عنه بألف -------- ومراده أن لا يكون بدل الكتابة "(19)

ترجمہ: مال کی کفالت لینا جائز ہے، مال معلوم ہو یا مجہول، بشرطیکہ دینِ صحیح ہو، جیسے کفیل کہے کہ میں آپ کی طرف سے ہزار درہم کا کفیل بنتا ہوں------ اور دینِ صحیح سے مراد یہ ہے کہ وہ بدلِ کتابت نہ ہو۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کفالت کے لیے دینِ صحیح ہونا چاہیے اور دینِ صحیح کی تعریف فقہائے کرام رحمہم اللہ نے یہ کی ہے کہ جو بغیر ادائیگی اور بغیر معاف کرنے کے ساقط نہ ہو، اسی لیے صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ نے اس سے بدلِ کتابت کو خارج کیا ہے، کیونکہ یہ اس کے بغیر بھی ساقط ہو جاتا ہے وہ اس طرح کہ مکاتب اپنے مولیٰ سے کہہ دے کہ میں بدلِ کتابت ادا نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دینِ صحیح اور دینِ لازم ایک ہی دَین کے دو نام ہیں، لہٰذا حوالہ بھی اسی دَین کا صحیح ہو گا جس کی کفالت درست ہے اور وہ دَینِ لازم ہے، جس کو فقہائے کرام دَینِ صحیح سے تعبیر کرتے ہیں۔

تیسری شرط: دَین کی مقدار معلوم ہو، کیونکہ عقدِ معاوضہ میں مقدار کا معلوم ہونا ضروری ہے، مال کی جہالت عقدِ معاوضہ کو فاسد کر دیتی ہے، اور حوالہ میں بھی عقدِ معاوضہ کا معنی پایا جاتا ہے، لہٰذا دَین میں جہالت کی وجہ سے حوالہ کا معاملہ شرعاً درست نہیں ہو گا، چنانچہ علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولم يقيد المصنف رحمه الله تعالى بأن يكون الدين المحال به معلوما ولا بد منه لصحتها لما في البزازية احتال بمال مجهول على نفسه بأن قال احتلت بما يذوب لك على فلان لا تصح الحوالة مع جهالة المال (20)

ترجمہ: اور مصنف رحمہ اللہ نے یہ قید نہیں لگائی کہ دَین جس کا حوالہ کیا گیا ہے وہ معلوم بھی ہو۔ حالانکہ حوالہ کے صحیح ہونے کے لیے دین کا معلوم ہونا ضروری ہے، جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مجہول مال (جو اس پر لازم تھا) کا حوالہ کیا، بایں طور کہ اس نے کہا میں نے اس دین کا فلاں پر حوالہ کیا جو تیرے لیے (میرے اوپر) لازم ہے تو مال کے مجہول ہونے کی وجہ سے حوالہ صحیح نہیں ہو گا۔

حوالہ کی اقسام

حوالہ کی تقسیمِ اول:

حوالہ کی پہلی تقسیم محال بہ (جس چیز کا حوالہ کیا گیا) کے اعتبار سے ہے، اس اعتبار سے حوالہ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ حوالہ مطلقہ:

حوالہ مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ حوالہ کرنے والا کسی شخص پر دَین کا حوالہ کرے اور اس کو کسی دَین یا عین چیز کے ساتھ مقیّد نہ کرے، مثلا: جس شخص نے دَین کی ادائیگی کا ذمہ لیا ہے اس کے ذمہ محیل کا پہلے سے کوئی دین یا کوئی عین چیز امانت وغیرہ کی ادائیگی لازم تھی، تو حوالہ کرنے والا شخص اس دَین یا عین چیز کے ساتھ مقید کیے بغیر حوالہ کرے اور اس کو اختیار دے کہ وہ جہاں سے چاہے دین ادا کر دے۔ اس کا سابقہ دَین یا عین کے ساتھ جو اس کے ذمہ لازم تھا، کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ اس کو حوالہ مطلقہ کہتے ہیں۔

۲۔ حوالہ مقیّدہ:

حوالہ مقیّدہ کا مطلب یہ ہے کہ محیل نے محتال علیہ (جس پر حوالہ کیا گیا) سے کوئی دَین یا عین چیز پہلے سے لینا تھی، محیل نے اسی کا حوالہ کر دیا کہ وہ دَین اور عین چیز فلاں شخص کو دے دیں، اس کو حوالہ مقیدہ کہتے ہیں، چنانچہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ حوالہ کی دونوں قسموں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أن الحوالة نوعان: مطلقة, ومقيدة, فالمطلقة: أن يحيل بالدين على فلان, ولا يقيده بالدين الذي عليه, والمقيدة: أن يقيده بذلك, والحوالة بكل واحدة من النوعين جائزة؛ لقوله عليه الصلاة والسلام "من أحيل على مليء فليتبع" من غير فصل. إلا أن الحوالة المطلقة؛ تخالف الحوالة المقيدة في أحكام"۔(21)

ترجمہ: حوالہ کی دو قسمیں ہیں: مُطلَق اور مقیّدہ، مطلقہ یہ ہے کہ کوئی شخص دَین کا کسی پر حوالہ کرے اور اس کو اس دَین کے ساتھ مقید نہ کرے جو اس کے ذمہ لازم تھا اور مقیدہ یہ کہ حوالہ کو سابقہ دَین کے ساتھ مقید کر دے، حوالہ کی یہ دونوں قسمیں جائز ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "وہ شخص جس کا (دین) کسی مالدار

کے حوالہ کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس مالدار کا پیچھا کرے" آپ ﷺ کا یہ فرمان مطلق ہے، (اس میں حوالہ مطلقہ اور مقیدہ کی کوئی صراحت نہیں کی گئی) مگر حوالہ مطلقہ کے احکام حوالہ مقیّدہ سے مختلف ہیں۔

۳۔ حوالہ حق:

حوالہ کی ایک تیسری قسم حوالہ حق ہے، حق بھی چونکہ انتقال کو قبول کرتا ہے، لہذا اس کا حوالہ بھی جائز ہے، اس میں حق جس کے ذمہ لازم ہوتا ہے وہ اس سے دوسرے شخص کی طرف منتقل کیا جاتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے قرض خواہ سے کہے کہ میں نے فلاں شخص سے قرض لینا ہے وہ آپ اپنے قرض کے عوض وصول کر لیں، مثلاً: زید نے عمرو سے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا، چند دن بعد زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے بکر سے ایک لاکھ روپیہ لینا ہے وہ آپ اس قرض کے عوض لے لیں جو میں نے آپ کا ادا کرنا ہے تو یہ حوالہ حق ہے، اس میں جو حق زید نے بکر سے وصول کرنا تھا، اس نے وہ عمرو کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ علامہ وہبۃ الزحیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حوالة الحق: هي نقل الحق من دائن إلى دائن، أو حلول دائن محل دائن بالنسبة للمدين. فإذا تبدل دائن بدائن في حق مالي متعلق بالذمة، لا بعين، والدائن فيها هو المحيل، إذ هو يحيل غيره ليستوفي حقه.......... وحوالة الحق جائزة أيضاً باتفاق المذاهب الأربعة۔(22)

ترجمہ: حوالہ حق میں حق کو ایک دائن سے دوسرے دائن کی منتقل کرنا ہے یا مدیون کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایک دائن کو دوسرے دائن کے قائم مقام قرار دینا ہے کسی حقِ مالی کے سلسلہ میں، جو ذمہ میں واجب ہو، نہ کہ کسی عین چیز کے عوض۔ اور اس میں دائن محیل ہوتا ہے، کیونکہ یہ اپنا حق کسی دوسرے شخص کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ وہ اس کا حق وصول کر لے۔۔۔۔۔۔ اور حوالہ حق بھی مذاہبِ اربعہ کے فقہائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔

آگے چل کر علامہ وہبۃ الزحیلی رحمہ اللہ حوالہ حق کے جواز کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الحوالة المقيدة المشروعة باتفاق الفقهاء تتضمن حوالة حق، إذ يكون الإنسان فيها مديناً لشخص، ودائناً لآخر، فيحيل دائنه على مدينه ليقبض ذلك الدائن المحال دين المحيل من مدينه المحال عليه، فهي حوالة حق ودين في وقت واحد.(23)

ترجمہ: حوالہ مقیدہ جو کہ فقہائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے یہ حوالہ حق کو بھی متضمن ہے، کیونکہ حوالہ حق میں آدمی ایک شخص کا مدیون اور دوسرے کا دائن ہوتا ہے، پس حوالہ کرنے والا اپنے دائن کو

اپنے مدیون کے حوالے کر دیتا ہے، تاکہ یہ دائن محیل کے مدیون سے اس کا دین وصول کر لے، لہذا یہ ایک ہی وقت میں حوالہ ٔ دین اور حوالہ ٔحق ہے۔

منفعت کے حوالہ کا حکم:

حوالہ کی مذکورہ بالا اقسام جائز ہیں، ان کے علاوہ حوالہ کی ایک قسم ناجائز بھی ہے، وہ یہ کہ منفعت کا حوالہ کیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً: ایک شخص نے کسی کی کوئی چیز کرایہ پر لی، اجرت پہلے دیدی گئی، ابھی کرایہ دار نے منفعت کے حصول کے لیے کرایہ پر لی گئی چیز پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ وہ چیز ضائع ہو گئی، اب موجر (کرایہ پر دینے والا شخص) یہ کہتا ہے کہ اس کے عوض میں فلاں شخص سے کہہ دیتا ہوں وہ آپ کو اپنی چیز استعمال کے لیے دے دیگا، لہذا موجر نے کسی تیسرے شخص مثلاً: زید سے حوالہ کا عقد کر لیا اور مستاجر کو زید کے حوالے کر دیا، تاکہ وہ زید کی چیز سے منفعت حاصل کر لے، لہذا وہ منفعت جس کی ادائیگی موجر کے ذمہ واجب تھی اس کی ذمہ داری زید (محتال علیہ) نے لے لی۔ تو یہ حوالہ درست نہیں ہو گا، کیونکہ حوالہ میں حق کا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل ہونے والے معنی کا پایا جانا ضروری ہے، جبکہ منفعت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل نہیں کیا جا سکتا، اس لیے منفعت کا حوالہ کرنا جائز نہیں۔(24)

حوالہ مُطلقہ کی اقسام

حوالہ مطلقہ کی ادائیگی کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

i. **حوالہ حالّہ:**

حوالہ حالّہ کا مطلب یہ ہے کہ محیل کے ذِمہ دینِ حالی (جس کی ادائیگی فوری لازم ہو) واجب ہو تو محتال علیہ کے ذمہ بھی دینِ حالی ہی واجب ہو گا اور محتال لہ کو محتال علیہ سے دَین کے فوری مطالبے کا حق حاصل ہو گا، کیونکہ دَین جس صفت کے ساتھ محیل پر واجب ہو گا اسی صفت کے ساتھ محتال علیہ کے ذمہ واجب ہو گا، لہذا محتال علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں بعد میں دَین ادا کروں گا۔ چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"حوالة حالة : وهي حوالة الطالب بدين حال على المحيل : إذ يكون الدين حالا كذلك على المحال عليه. لأن الدين يتحول في الحوالة ، بالصفة التي كان عليها لدى المحيل"(25)

ترجمہ: حوالہ حالہ وہ طالبِ دین کا دینِ حالی کا حوالہ کرنا ہے جو محیل پر لازم تھا، کیونکہ جب دینِ حالی ہو تو وہ محتال علیہ پر بھی اسی طرح واجب ہوتا ہے، کیونکہ دَین کا حوالہ اسی صفت کے ساتھ ہوتا ہے جس صفت کے ساتھ محیل پر لازم تھا۔

۲۔حوالہ مؤجّلہ:

حوالہ مؤجّلہ کا مطلب یہ ہے کہ محیل کے ذمہ دینِ مؤجل (جس کی ادائیگی فوری لازم نہ ہو) واجب ہو تو حوالہ کرنے سے محتال علیہ کے ذمہ بھی دینِ مؤجل ہی واجب ہو گا، کیونکہ محیل کے ذمہ دین کی فوری ادائیگی واجب نہیں تھی، اس لیے محتال علیہ سے بھی فوری مطالبہ نہیں ہو گا، اسی طرح اگر محیل کے ذمہ دین حالی یعنی فوری دَین واجب ہو، لیکن حوالہ میں اس کے مؤجل ہونے کی شرط لگادی جائے تو بھی حوالہ مؤجلہ ہو گا اور محتال علیہ سے وقتِ مقرر سے پہلے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ المعاییر الشرعیۃ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"تجوز الحوالة المؤجلة وهي التي يجب فيها الدين مؤجلا على المحال عليه سواء كان الدين مؤجلا فانتقل بالحوالة الى المحال عليه مؤجلا أم كان حالا فاشترط حوالته مؤجلا فلا يطالب المحال عليه إلا في الأجل"۔(26)

ترجمہ: حوالۂ مؤجلہ جائز ہے اور یہ وہ حوالہ ہے جس میں محال علیہ کے ذمہ دینِ مؤجل واجب ہوتا ہے، خواہ ابتداء ہی دَینِ مؤجل ہو تو وہ حوالہ کے ذریعہ محال علیہ کی طرف بھی مؤجل طور پر ہی منتقل ہو گا یا دین حالی (فوری) ہو، لیکن حوالہ میں مؤجل ہونے کی شرط لگادی جائے تو بھی محال علیہ سے دین کا مطالبہ مقررہ اجل آنے پر ہی کیا جائے گا۔

نیز جب محیل کے ذمہ دین حالی واجب ہو، لیکن اس کا حوالہ مؤجل کیا ہو تو ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے اگر محتال علیہ مفلس ہو کر انتقال کر جائے تو دَین واپس محیل کی طرف لوٹ آئے گا، جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے۔(27)

خلاصہ بحث:

پیچھے ذکر کی گئی تمام بحث کا خلاصہ درج ذیل نکات کی صورت میں نکلتا ہے:

1) حوالہ قرآن وسنت کی روشنی میں ایک جائز اور درست معاملہ ہے، جس کا ثبوت قرآن، سنت، اجماع اور قیاس تینوں دلائل سے ثابت ہے، نیز احادیثِ مبارکہ میں باقاعدہ طور پر حوالہ کو قبول کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، جس سے حوالہ کی اہمیت اور بھی زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔

2) حوالہ کا مطلب مقروض کا اپنے ذمہ واجب الاداء قرض کو کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا۔ حوالہ کرنے سے اصل مقروض بری الذمہ ہو جاتا ہے اور قرض دینے والے کو اس سے مطالبہ کا حق باقی نہیں رہتا اور جس شخص نے حوالہ یعنی قرض ادا کرنے کی ذمہ داری کو قبول کیا ہو اس پر ادائیگی لازم ہو جاتی

ہے۔ حوالہ اور کفالہ میں صرف یہی فرق ہے کہ کفالہ میں اصل مقروض بری نہیں ہوتا، جبکہ حوالہ میں اصل مقروض بری ہو جاتا ہے، البتہ حوالہ قبول کرنے والے کو اس سے وصولی کا حق ہوتا ہے۔

3) حوالہ کے درست ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ حوالہ قبول کرنے والے اور قرض دینے والا شخص رضامند ہو، ان کی رضامندی کے بغیر حوالہ کا معاملہ درست نہیں ہوتا۔ البتہ مقروض یعنی حوالہ کرنے والے کی رضامندی ضروری نہیں، کیونکہ اس کا حوالہ میں سراسر فائدہ ہوتا ہے۔

4) حوالہ کی بنیادی طور پر تین اقسام ہیں: مطلقہ اور مقیدہ، حوالہ مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ حوالہ کرنے والا کسی شخص سے کہے کہ آپ میری طرف سے دین ادا کر دو اور وہ شخص اس بات کو قبول کر لے، جبکہ اس کے ذمہ محیل کے لیے پہلے سے کسی قسم کا قرض واجب نہ ہو۔ حوالہ مقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ حوالہ قبول کرنے والے کے ذمہ پہلے سے کوئی دَین یا عین جیسے ودیعتاً رکھی گئی کوئی چیز واجب الاداء ہو اور محیل اسی چیز کا حوالہ کرتے ہوئے کہے آپ وہ چیز فلاں شخص کو دے دیں تو اس کو حوالہ مقیدہ کہتے ہیں۔

تیسری قسم حوالۂ حق کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا کوئی حق کسی کے ذمہ واجب ہو اور وہ اس کا حوالہ کر دے، اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً: ایک آدمی کو کسی شخص کی زمین میں پانی بہانے کا حق حاصل ہو، پھر کسی وجہ سے زمین کا مالک کہے کہ یہاں سے پانی گزروانے کی بجائے آپ فلاں شخص کی زمین میں سے پانی گزار لیں اور دوسرا شخص اس پر رضامند ہو جائے تو حوالہ کی یہ قسم بھی جائز اور درست ہے۔

5) اصولی طور پر حوالہ کرنے سے محیل بری ہو جاتا ہے اور محتال لہ کو اس سے مطالبے کا حق باقی نہیں رہتا، البتہ دو صورتوں میں محتال لہ یعنی اصل مقرض کو محیل سے رجوع کا حق مل جاتا ہے:

پہلی صورت یہ کہ محتال علیہ یعنی جس پر حوالہ کیا گیا ہو وہ مفلس ہو کر وفات پا جائے تو ورثاء پر اس کا دَین ادا کرنا لازم نہیں ہوتا، کیونکہ اس نے ترکہ نہیں چھوڑا ہوتا، اس لیے محتال لہ کو محیل کی طرف رجوع کا حاصل ہو جائے گا۔

دوسری صورت یہ کہ محتال علیہ حوالہ کا انکار کر دے اور محتال لہ کے پاس حوالہ پر گواہ نہ ہوں تو اس کو محیل سے مطالبے کا حق حاصل ہو گا، کیونکہ ایسی صورت میں محتال لہ کے لیے حق کی وصولی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

(1)القاموس الوحید(ص:395)الکیرانوی،وحید الزمان،ادارۃ اسلامیات،لاہور،سن طباعت:2001ء
1.Al qamos al waheed (p:395) al keranvi waheed uz zaman idara islamyat lahore 2001
(2)الفتاوى الهندية(3/ 295، کتاب الحوالۃ، فصل: شرائط الحوالۃ وأرکانہا)الشیخ نظام الدین وجماعۃ من علماء الہند، دار الفکر، بیروت، سن طباعت: 1411ھ-1991م
2.al fatawa al hindeya(3/295) ketab ul hawala.al shaikh nezamuddin wa jamat mn ulamae hind darul fikr berut1991.
(3)، السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي (6/ 145) رقم الحديث: 11725)، باب وجوب الحق بالضمان، البيهقي، ابو بكر احمد بن الحسين، الناشر: مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد، سنة النشر:1344ھ۔
3.al sunan alkubra hades no 11725.abubbakr ahmad bn al husainmajlis dairatul maarif hyder abad india 1344hijri.
(4)جامع الأحاديث(22/ 182)السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الناشر: المکتبۃ القدیمۃ۔
4.jaameul ahades(182/22) al soyoti.abdurahman bn abi bakr al maktab al qadeemi.
(5)المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل(5/ 54)المقدسی، أبو محمد عبد اللہ بن أحمد بن قدامۃ، دار الفکر، بیروت، سن طباعت:1405ھ
5.al mogni le ahmad bn hanmbl(5/54)al maqdesi abu mohammad abdullahbn qudama darul fikr berut 1404h
(6)الهداية شرح البداية(3/ 99)المرغینانی، أبو الحسن علی بن أبی بکر، مکتبہ امدادیہ، ملتان، سن طباعت:2012ء
6.al hedaya sharhul bedaya(3/99)al margenani.abul hasan ali bn abi bakr maktaba imdadya multan 2012
(7)الفقه الإسلامي وأدلته (6/ 45)الزحیلی، وھبۃ بن مصطفی، دار الفکر، دمشق، السوریۃ
7.al fiqhul islami wa adelato hub(6/45) az zuhaili wahb bn mustafa darul fikr damishq alsoori
(8)شرح المجلۃ(ج:3،ص:109)، کتاب الحوالۃ، مکتبۃ رشیدیۃ۔
8.sharhul majallah(3/109)maktaba rasheedya
(9)الفتاوى الهندية(3/ 295)الشیخ نظام الدین وجماعۃ من علماء الہند، دار الفکر، بیروت، سن طباعت:1411ھ- 1991م
Al fatawa alhindya 3/ 295 darul fikr berut
(10)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(6/ 15)الکاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد، دار الکتاب العربي، سنۃ النشر:1982م
10.Badai us sanai fi trtebe shara 6/15 ala.kasani abubakr bn masood bn ahmad darul ketabul arbi 1982
(11)الهداية شرح البداية(3/ 99)المرغینانی، أبو الحسن علی بن أبی بکر، مکتبہ امدادیہ، ملتان، سن طباعت:2012ء
11.al hedaya sharhul bedaya 3/99a mrgenani abulhasan ali bn abi bakr maktaba imdadya multan
(12)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(6/ 16)الکاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد، دار الکتاب العربي، سنۃ النشر:1982م
12.bada us sanai 6/16 al kasani abu bakr bn masood bn ahmad darul ketabul arbi 1982
(13)الفتاوى الهندية(3/ 296)الشیخ نظام الدین وجماعۃ من علماء الہند، دار الفکر، بیروت، سن طباعت:1411ھ- 1991م
13.al fatawa al hindya 3/296 darul fikr berut.1991

(14)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(6/ 16)الكاساني، ابو بکر بن مسعود بن احمد، دار الكتاب العربي، سنة النشر:1982

14.Badai us sanai 6/16 al kassni abubakr bn masod bn ahmad darul ketabul arbi

(15)الفتاوى الهندية(3/ 296)الشيخ نظام الدين وجماعة من علماء الهند، دار الفكر، بیروت، سن طباعت:1411ھ- 1991م

15.al fatawa al hindya 3/296 darul fikr berut

(16)المعايير الشرعية(ص:78)هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية العالمية الإسلامية، سن طباعت:1995ء

16.al maayer al sharyis p.78.1995

(17)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(6/ 16)الكاساني، ابو بکر بن مسعود بن احمد، دار الكتاب العربي، سنة النشر:1982م

Badai us sanai 6/16 alkasani.abubakr bn masod bn ahmad darul ketabul al arbitrary.1982

(18)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(6/ 16)الكاساني، ابو بکر بن مسعود بن احمد، دار الكتاب العربي، سنة النشر:1982م

18.badai as sanai 6/16 al kasani abubakr bn masod bn ahmad 1982

(19)الهداية شرح البداية(3/ 90)المرغيناني، أبو الحسن علي بن أبي بكر، مکتبہ امدادیہ، ملتان، سن طباعت:2012ء

19.al hedaya sharhul bedaya 3/ 90 al mr genani abul hasan ali n abi bakr multan

(20)البحر الرائق (ج:6ص:270)ابن نجيم، زين الدين بن ابراهيم، الناشر: دار المعرفة، بیروت، سن طباعت:1418ھ

20.al bahr al raiq 6/270 ibne nujaim zain ud den bn ibrahem.darul maroof beroot 1418h

(21)بدائع الصنائع(6/ 16) كتاب الحوالة، فصل: شرائط الحوالة، الكاساني، ابو بکر بن مسعود بن احمد، دار الكتاب العربي، سنة النشر:1982م

21.Badai sanai 6/16

(22)الفقه الإسلامي وأدلته (4/ 720)الزحيلي، وهبة بن مصطفى، دار الفكر، دمشق، السورية

22.al fiqhul islami wa adelato h 4/720 az zohaili wahab bn mustafa darulfikr damishq al soori

(23)الفقه الإسلامي وأدلته (4/ 720)الزحيلي، وهبة بن مصطفى دار الفكر، دمشق، السورية

23.al fiqul islami wa adelato ho 4/720 az zohaili wahb bn mustafa darul fikr soorya

(24)الموسوعة الفقهية الكويتية(ج:18ص:199)وزارة الاوقاف والشئون الإسلامية لكويت، دار السلاسل–الكويت، سن طباعت: من1404ھ الی1427ھ

24al.mawsooa al fiqheyea al kuweteya 18/199 al kuwait darus salasil al kuwait 1404 h ta 1427 h

(25)الموسوعة الفقهية الكويتية(18/ 178)وزارة الاوقاف والشئون الإسلامية لكويت، دار السلاسل–الكويت، سن طباعت: من1404ھ الی1427ھ

25.al mawsooa al fiqheya al kuwateya 18/ 178 darus salasil

(26)المعايير الشرعية(ص:78)هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية العالمية الإسلامية، سن طباعت:1995ء

26.al mayeer al sharyea p 78 1995

(27)الفتاوى الهندية(3/ 298)الشيخ نظام الدين وجماعة من علماء الهند، دار الفكر، بیروت، سن طباعت:1411ھ- 1991م۔

27.al fatawa al hindya 3/298 1411h